The Lighthouse Journal of Literature & Linguistics, Vol. 01, Issue 02, Winter 2022, pp. 36-44

”نقشِ فریادی “میں فیضؔ کا تصورِ محبت

فاطمہ حیات[1]

ABSTRACT

In Urdu poetry, after Iqbal, Faiz Ahmad Faiz comes to the fore as a strong voice of laborers and he chooses a different path for himself quite apart from traditional level. "Naqsh-e-Faryadi", which is the first collection of his poems belonging to his early period of life. Faiz Ahmad Faiz's whole poetry revolves around romance and revolution but "Naqsh-e-Faryadi" reflects a confluence of romance and revolution abundantly; an impression has been given that in "Naqsh-e-Faryadi" he says good bye to romance and love in the poems. "My First love is not my beloved" but this impression is wrong because his concepts of love is not limited only to opposite sex rather it spreads all over the universe and reaches all kinds of people especially the poor people of the country and also those who are crushed in the mill of poverty. In the present article, an attempt has been made to look at Faiz Ahmad Faiz's Concept of love in the context of "Naqsh-e-Faryadi" in order to show to what extent his concept of love is universal and how his poetry covers themes of love and humanity. The themes which reflect humans' desires for love.

Keywords: *Faiz Ahmad Faiz, Naqsh-e-Faryadi, Universality of Love and Humanity*

تعارف

”نقشِ فریادی“ فیض احمد فیضؔ کا پہلا مجموعۂ کلام ہے یہ مجموعہ ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا۔ بعض نقادوں کا خیال ہے کہ ”نقشِ فریادی“ نام فیضؔ نے ”دیوانِ غالب“ کے پہلے شعر کے پہلے مصرعے ”نقش فریادی“ ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا“سے لیا ہے لیکن فیضؔ نے اپنے مجموعۂ کلام کا نام غالب کے ”نقشِ فریادی“کے بجائے ”نقشِ فریادی“ رکھا ہے جس سے ایک اور خیال پیدا ہو جاتا ہے یا غالباً فیضؔ نے اپنے ہی کلام کو ”نقشِ فریادی“ کہا ہے۔

بہر حال”نقشِ فریادی“ فیضؔ کی غزلوں اور نظموں کا مجموعۂ کلام ہے۔اس مجموعے میں وہ کلام بھی شامل ہے جو فیضؔ نے اپنے ابتدائی دور میں تخلیق کیا۔۳۲ نظموں، ۱۳ غزلوں اور ۴ قطعوں پر مشتمل یہ مختصر مجموعۂ کلام فیضؔ کی ادبی زندگی کا پہلا شاہکار ہے۔ جس میں زندگی کے تجربات بہت ہی بلیغ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔اس حوالے سے ن۔م راشد لکھتے ہیں:

> ” نقشِ فریادی “ ایک ایسے شاعر کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے جو رومان اور حقیقت کے سنگم پر کھڑا ہے۔ اس کی سرشت تو اسے عشق کے ساتھ ہم آہنگ ہونے پر اکساتی ہے لیکن وہ حقیقت کے روزن میں سے زندگی کی برہنگی اور تلخی پر ایک نظر ڈال لینے کی ترغیب کو

---

[1]۔ پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر، شعبۂ اُردو، جامعہ پشاور

Corresponding Author's Email: fatima24830@gmail.com

Manuscript Received: June 26, 2022
Manuscript Accepted: 02 Nov, 2022

روک نہیں سکتا۔ ‘‘ (۱)

‘‘نقشِ فریادی’’ کی اشاعت تک فیضؔ پر رومان اور رومانی موضوعات کا اثر بہت گہرا نظر آتا ہے۔ اس کلام میں فیضؔ کی محبت کا رنگ بھی نمایاں ہے اور ان کی شدتِ جذبات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں فیضؔ رومانوی شاعر اختر شیرانی سے متاثر تھے ۔ڈاکٹر محمد علی صدیقی اپنی کتاب’’فیض احمد فیضؔ درد اور درمان کا شاعر‘‘ میں اپنے مضمون ‘‘نقشِ فریادی’’ میں لکھتے ہیں:

‘‘فیضؔ کا یہ مجموعہ ن۔ م۔ راشد کی اولین دور کی شاعری
کی طرح اختر شیرانی کی شاعری کی رومانوی فضاء سے
ایک حد تک متاثر نظر آتا ہے۔’’ (۲)

فیضؔ کے اس اولین شعری مجموعے میں عشق و محبت کی داستانیں موجود ہیں وہ عاشق کی آنکھ سے محبوب کو دیکھتا ہے ، ایک عاشق کا دل رکھتا ہے اور اس کے دل کی دھڑکنیں محبوب کی یادوں سے حرکت کرتی ہیں۔ وہ ایک انسان ہیں اور انسان خوبیوں ، خامیوں، نیکیوں اور گناہوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور بہترین فنکار وہی ہوتا ہے جن کے فن سے وہ انسان نظر آئے نہ کہ فرشتہ۔ کیونکہ صرف ایک انسان ہی زندگی کی سچائیوں کا متلاشی رہتا ہے۔ عشق و محبت ، درد کی کیفیتیں، نفرتیں، ظلم و جبر، معاشرے کی تباہی، بے گناہ انسانوں کے خون کی تڑپ ، معصوم بچوں کی سسکیاں اور انہی انسانوں کے پاؤں تلے روندی ہوئی تہذیبوں کو صرف ایک انسان ہی دیکھ سکتا ہے اور اس کرب کو محسوس کر سکتا ہے۔

فیضؔ بھی اسی طرح کے ایک انسان تھے وہ بھی ان سب حالات کو دیکھ رہے تھے خون کے آنسو رو رہے تھے اور کبھی کبھی امید کا دامن پکڑ کر ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلتے۔ ان کی محبت ان معنوں میں سامنے آتی ہے کہ وہ بھی محبوب پر مر مٹتے ہیں اس کی بانہوں میں کچھ لمحے گزارنا چاہتے ہیں اور ان لمحوں کے سہارے زندگی کے دن کو رات اور رات کو صبحِ روشن کرنا چاہتے ہیں۔ ‘‘نقشِ فریادی’’ کی ابتداء ہی میں فیضؔ لکھتے ہیں:

رات یوں دل میں تری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے
جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

(۳)

لیکن فیضؔ کے عشق کا محور ابھی تک معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا محبوب کون ہے؟ کبھی تو ہم ان کے ہاں گوشت پوست کا ایک خوبصورت محبوب دیکھتے ہیں اور کبھی یہ محبوب ہمیں وطن کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ‘‘نقشِ فریادی’’ میں بھی ان کا عشق انہی دو جہتوں میں نمایاں ہے۔ وہ وطن سے بھی محبت کرتے ہیں اور اُس کے سماج میں اُن مزدوروں سے بھی جن کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

جب کبھی بکتا ہے بازار میں مزدور کا گوشت

شاہراہوں پہ غریبوں کا لہو بہتا ہے
آگ سی سینے میں رہ رہ کے اُبلتی ہے نہ پوچھ
اپنے دل پر مجھے قابو ہی نہیں رہتا ہے

(۴)

''نقشِ فریادی'' میں فیضؔ جذبۂ عشق میں سچائیوں کا قائل ہیں وہ محبوب کو فریب میں نہیں رکھنا چاہتے۔محبوب کے سامنے وہ باتوں باتوں میں تاج محل بنانے کے قائل نہیں ہیں ان کا عشق پاکیزہ جذبے سے استوار ہے وہ روایت کی پاسداری کرتے ہیں اور اسی روایت میں اپنے محبوب کی پاکبازی چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی لکھتے ہیں:

> ''نقشِ فریادی'' کا عاشق محبت کے سبز باغ دکھانے اور محبت کے اثمار سے دل لبھانے کی بجائے اپنی محبت کو بعض ضروری تقاضوں کے ساتھ ، جو ایک طرح سے محبت کے حریف ثابت ہو سکتے ہیں، مشروط کررہا ہے اور یہ وہ جذبہ ہے جو براؤننگ (Browning) کے پر تکلف محبت کے جذبات کی طرح ریشمی ہے۔" (۵)

''نقشِ فریادی'' میں فیضؔ نے فنی لوازمات کا خوب استعمال کیا ہے لفظوں سے جیتی جاگتی تصویریں بنائی ہیں ۔ استعاروں اور تشبیہوں سے شاعری کو سجایا ہے اور رمز و کنائیہ کے استعمال سے اپنی شاعری میں نئے مفاہیم پیدا کئے ہیں۔

ان کے اسلوب کی روانی ''نقشِ فریادی'' کی نظموں اور غزلوں میں یکساں ہے۔ اپنے فکر کو فن کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے فیضؔ کی محنت رائیگاں نہیں گئی ۔ اقبالؒ کے بعد وہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے بدلتے ہوئے حالات کا بغور جائزہ لیا ،بے گناہوں کی سسکیوں کو محسوس کیا اور گرتے ہوئے آنسوؤں کی تپش سے اپنے دل کو ہلکا کیا۔

''نقشِ فریادی'' کی ابتدائی شاعری میں فیضؔ بلا کا حسن پرست واقع ہوئے ہیں اس دور کی شاعری میں وہ انحطاط کے دلدادہ ہیں اور ان کی نظمیں گلابی ملبوسوں میں لپٹی ہوئی نظر آتی ہیں۔ حسن اور حسن سے گہرا لگاؤ"نقش فریادی" میں بہت حد تک نمایاں ہے جو فیضؔ کی شاعری کا پہلا رنگ ہے اور یہ رنگ ان کی تحریر کو اور بھی جذباتیت سے ہمکنار کرتا ہے۔

اس حسن پرستی نے فیضؔ سے وہ انوکھی نظمیں لکھوائیں جو آج تک کسی دوسرے شاعر سے نہ ہو سکیں۔حسن کی تلاش اور عشق کی کیفیت بڑی حد تک ان کی رومانیت کے زیرِ اثر پروان چڑھی ہے اور یہ اثر فیضؔ کے ہاں اختر شیرانی کی بدولت ہے۔

''فیض احمد فیضؔ کی شاعری کا آغاز اختر شیرانی سمیت رومانی شاعروں کے زیرِ اثر ہوا وہ خود لکھتے ہیں کہ:

> ''نقشِ فریادی'' کا پہلا حصہ ۳۵-۱۹۳۴ء-۲۹-۱۹۲۸ء کی

منظومات پر مشتمل ہے۔
یہ طالب علمی کے دن تھے۔ وارداتِ عشق تازہ تھی۔
۱۹۲۰-۳۰ء :

بے فکری اور جوش و جذبے کا دور تھا۔ حسرت موہانیؔ، حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی شاعری کے آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ حسن برائے حسن کا چرچا تھا۔"خدا وہ وقت نہ لائے کہ سوگوار ہو تو"،"مری جاں اب بھی اپنا حسن واپس پھیر دے مجھ کو"، "تہِ نجوم کہیں چاندنی کے دامن میں "----ان نظموں کا تعلق اس دور سے ہے اور ان میں ابتدائے عشق کا تحیر شامل ہے۔" (۶)

''نقشِ فریادی'' میں فیضؔ کا تصورِ حسن حسی کم اور ماورائی زیادہ ہے یہ جنسی ہوس سے پاک ہے ، اس میں لمس کی کارفرمائی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ فیضؔ جدائی کے دنوں سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں کہ ان کا تخیل قیدِ تنہائی میں بھی حسن کی شمعیں جلا لیتا ہے۔

''نقشِ فریادی'' کی پہلی نظم "خدا وہ وقت نہ لائے---

ایک ایسے عاشق کی داستان ہے جو اپنے محبوب سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ تنہائی میں محبوب کی یادیں ان کی سوچوں کو گھیرے رکھتی ہیں اور ان ہی سوچوں میں رہ کر شاعر کبھی خود سے ہم کلام ہوتا ہے اور کبھی اُس کے دل و دماغ پر پُر اسرارئیت کے آثار نظر آتے ہیں۔اس کے جذبات کی شدت اسے اس بات پر مجبور کر دیتی ہے کہ وہ محبوب کے لئے ہر قسم کی خوشیاں تلاش کرنے لگتے ہیں، محبوب کی خوشی کے لئے دُعاکرتے ہیں اور اسی طرح جذبۂ عشق سے بھرپور تخلیقات سے ادب کے دامن کو وسیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فیضؔ کے دل میں محبوب سے ملنے کی آرزوئیں جنم لیتی ہیں اور پھر ان آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے وہ جدوجہد بھی کرتے ہیں۔ وہ حسن کو پانا چاہتے ہیناور حسن کو پانے کے لیے وہ اپنی خواہشات کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں:

مچلتی ہیں سینے میں لاکھ آرزوئیں
تڑپتی ہیں آنکھوں میں لاکھ التجائیں
تغافل کی آغوش میں سو رہے ہیں
تمہارے ستم اور میری وفائیں

مگر پھر بھی اے میرے معصوم قاتل
تمہیں پیار کرتی ہیں میری دعائیں
(۷)

حسین محبوبہ کو پانے میں ہجر کی اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے ، ہر ستم برداشت کرنا پڑتا ہے۔ فیضؔ اپنی نظموں میں اس نکتے کو بھی واضح کرتے ہیں کہ محبت میں ہجر و وصال کا ہونا لازمی جز ہے اور اس کے نتیجے میں آنسوؤں کی قطار کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں بھی ایک سلیقہ چاہیے اور وہ سلیقہ فیضؔ سکھاتے بھی

ہیں۔ ‘‘انتہائے کار’’ میں فرماتے ہیں:

ترسی ہوئی نظروں کو
حسرت سے جھکا لینا
فریاد کے ٹکڑوں کو
آہوں میں چھپا لینا
راتوں کی خموشی میں
چھپ کر کبھی رو لینا
مجبور جوانی کے
ملبوس کو دھو لینا

(۸)

نظم‘‘حسینۂ خیال’’ میں فیضؔ حسن کی طلب بڑی بے باکی سے کرتے ہیں وہ محبوب کو اپنانا چاہتے ہیں اس کے ہونٹوں کی لذت سے خود کو بے خود کرنا چاہتے ہیں ،اس کی آنکھوں اور اس کے جسم سمیت خود کو رنگینیوں کی اُس دنیا میں لے جانا چاہتے ہیں جہاں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں۔ محبوب کی قربت سے وہ ہجر کے ظلمات کو دور کر دینا چاہتے ہیں ،اپنی زندگی کی شاموں کو سنوار کر اپنے ماضی اور مستقبل کو اپنے حال میں ضم کردینا چاہتے ہیں تاکہ ان کی حسرتیں تمام ہو جائیں اور ان کی خواہشوں کی تکمیل ہو سکے۔

مجھے دے دے
رسیلے ہونٹ، معصومانہ پیشانی، حسیں آنکھیں
کہ میں اِک بار پھر رنگینیوں میں غرق ہو جاؤں!
مری ہستی کو تیری اِک نظر آغوش میں لے لے
ہمیشہ کے لیے اس دام میں محفوظ ہو جاؤں
ضیائے حسن سے ظلماتِ دنیا میں نہ پھر آؤں
گزشتہ حسرتوں کے داغ میرے دل سے دھل جائے
میں آنے والے غم کی فکر سے آزاد ہو جاؤں
مرے ماضی و مستقبل سراسر محو ہو جائیں
مجھے وہ اِک نظر اِک جاودانی سی نظر دے دے

(۹)

‘‘نقشِ فریادی’’ کی نظم ‘‘مری جاں اب بھی اپنا حسن واپس پھیر دے مجھ کو’’ ،‘‘انتظار’’ اور ‘‘تہِ نجوم’’ ،‘‘ایک راہ گزر پر’’ میں ان کے محبوب کی خوبصورت جھلک ہے۔ ان کا محبوب گوشت پوست کا ایک خوبصورت انسان ہے جس پر فیضؔ فریفتہ ہیں اور اس کا ذکر ‘‘نقشِ فریادی’’ کی شاعری میں کیا گیا ہے ۔ محبوب سے بے انتہا عشق ‘‘نقشِ فریادی’’ کے پہلے حصے میں اپنی تمام جلوہ فرمانیوں کے ساتھ عیاں ہے۔ فیضؔ کا جوان محبوب ان کے عشق کا سامان بنا جس کی آنکھیں خمارِ خواب سے لبریز ہیں اور اس کے ہر انداز سے جوانی چھلک رہی ہے۔ نظم ‘‘تہِ نجوم’’ میں محبوب کا ذکر بڑی

خوبصورتی سے کیا گیا ہے جہاں اُس کی آنکھوں کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا ہے وہاں محبوب کی جوانی کو بھی نظر انداز نہیں کیا ۔ محبوب کے آنچل،جسم ،دراز قدکی گدازاور اُداس آنکھوں میں خاموشی حتیٰ کہ حسن کے تمام لوازمات کا ذکر اس نظم میں ملتا ہے۔مثال ملاحظہ ہو:

وہ ہونٹ، فیض سے جن کے بہار لالہ فروش
بہشت و کوثر و تسنیم و سلسبیل بدوش
گداز جسم، قبا جس پہ سج کے ناز کرے
دراز قد جسے سروِ سہی نماز کرے
غرض وہ حسن جو محتاجِ وصف و نام نہیں
وہ حسن جس کا تصور بشر کا کام نہیں

(۱۰)

کتاب کے دوسرے حصے میں فیضؔ غمِ جاناں کے ساتھ ساتھ غمِ دوران میں بھی نڈھال نظر آتے ہیں۔ فیضؔ محبت کے پردوں میں حقیقت کے اس پہلو کا مشاہدہ کرتے ہیں جس کا تعلق ہمارے ہی معاشرے سے ہے۔

غزل میں بھی ان کے دل میں عشق کی چنگاریاں اپنی تپش سے ان جذبات کو ہمہ وقت گرم رکھتی ہیں۔ لیکن وہ روایت کے پابند رہ کر اظہارِ محبت کرتے ہیں۔ ‘‘نقشِ فریادی’’ کی غزلوں میں محبوب سے ملنے کی تڑپ، ہجر و وصال، محبت کی شدتیں اور کرب کی کیفیت نظر آتی ہے۔ ان کا شعورِ محبت ان کے اندر سے اُٹھنے والی لے نالہ و فریاد پر حاوی رہا۔ وہ اپنے مزاج سے مناسبت رکھنے والی صنف، غزل میں فراق کی کیفیات کو سموتے چلے گئے اور یہی دھیما پن ان کی شاعری کا پہچان بن گیا۔

‘‘فیض اپنی غزلوں کے اشعار میں روایتی حرمان نصیبِ عشق کے بجائے محبوبانہ دلرُبا کا حامل ایسا کردار نظر آتے ہیں جن کا انداز ہی اور ہے۔ ان کی محبتوں کی شدتیں، ہجر میں نمود پذیر ہوتی ہیں تو وہ فراق میں نکھرتی ہیں۔ طلبِ جسم و جاں کا روگ نہیں بلکہ نفس کی تہذیب کرتی ہے وہ خموشی کے پردے میں دل سے اُٹھنے والی ہر آہ کو چھپالیتے ہیں۔’’(۱۱)

‘‘نقشِ فریادی’’ کی غزلوں میں فیضؔ اپنے غم کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے ۔ وہ زندگی کے معنی سے واقف ایک ایسے شاعر ہیں جس کے ہاں عشق تو ہے مگر پاگل پن نہیں ، درد ہے مگر آہ و بکا نہیں، شدت ہے مگر رسوائی نہیں۔ وہ ایک مہذب شخصیت کے مالک انسان ہیں اور یہی عمدگی ان کے کلام میں موجود ہے۔ محبت کے سلسلے میں وہ سارے دکھ خود ہی سہہ لیتے ہیں کبھی اپنے دُکھ کا برملا اظہار کرنے کے قائل نہیں ۔ شدتِ غم کو وہ اپنے دل میں قید کرکے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور اسی خاموشی میں اپنے سارے کرب پنہاں کر دیتے ہیں۔

سوزشِ دردِ دِل کسے معلوم
کون جانے کسی کے عشق کا راز

میری خاموشیوں میں لرزاں ہے
میرے نالوں کی گمشدہ آواز

(۱۲)

مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ محبوب تک اپنے جذبات کی رسائی نہ چاہتے ہوں اور یک طرفی میں مبتلا ہو کر اظہارِ محبت کی جرأت بھی نہ رکھتے ہوں۔ فیضؔ اپنے محبوب سے محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں اور اُن کو اپنے جذبۂ عشق سے با خبر رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ محبوب کے انتظار میں اپنی عمر گزاری کا اظہار کرکے ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنا فیضؔ کی غزلوں میں جا بجا نظر آ تا ہے۔

تو ہے اور اِک تغافلِ پیہم
میں ہوں اور انتظارِ بے انداز

(۱۳)

''نقشِ فریادی'' کا شاعر محبت کو ذات کی تکمیل بتاتے ہیں اور اس عجیب فلسفے کی طرف نشاندہی کررہے ہیں جو ایک اٹل حقیقت ہے۔ جذبۂ محبت شاعر کے اپنے دل میں اُبھر کر محبوب کے لئے شدت اختیار کر جاتا ہے اس لئے محبوب کا ملنا شاعر کے اپنے جذبات کی تکمیل بھی ہے۔

اپنی تکمیل کر رہا ہوں میں
ورنہ تجھ سے تو مجھ کو پیار
نہیں

(۱۴)

''نقشِ فریادی'' کے پہلے حصے میں رومانیت کی ایک عمدہ جھلک دکھائی دیتی ہے ان کی غزلیں محبوب کے ہجر و وصال اور حسن سے رومانوی پیکر میں سجی ہوئی ہیں۔ ان غزلوں میں ایک گداز پایا جاتا ہے ۔ فراق میں حوصلے کی سکت ان میں موجود ہے مگر وصال کا آرزو مند بھی ہے اور کبھی کبھی ہجر سے بھی وصال کا لطف حاصل کر لیتے ہیں۔

اپنی مشقِ ستم سے ہاتھ نہ کھینچ
میں نہیں یا وفا نہیں باقی
تیری چشمِ اَلم نواز کی خیر
دل میں کوئی گلہ نہیں باقی

(۱۵)

تیز ہے آج دردِ دِل ساقی
تلخئ مے کو تیز تر کر دے

(۱۶)

فیضؔ کی غزلوں میں ان کا جذبۂ عشق ابھر کر سامنے آتا ہے ۔ان کا عشق پاکیزہ ہے وہ بے راہ روی کا شکار نہیں ہوتے اور نہ ہی محبوب کو عوام کے کٹہرے میں کھڑا کر دیتے ہیں۔محبوب کی چاہت میں فیضؔ زندگی کے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک حد تک اس میں کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ محبوب کے وعدوں کا انہیں بھروسہ بھی ہے مگر حالات کے پیشِ نظر وعدے کی پاسداری نہ کرنے پر محبوب پر لعن طعن نہیں کرتے بلکہ اس کی طرفداری کرکے بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر محبوب بے وفائی بھی کرے تو اس کا انتظار کرکے عشق کی قدر و منزلت برقرار رکھتے ہیں۔

''نقشِ فریادی'' اس دور میں شائع ہوا جب پوری ادبی فضاء میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ یہ کتاب ضخامت کے اعتبار سے اگر چہ بہت کم صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے ۔ یہ مجموعہ فیضؔ کی تمام کتابوں پر بھاری ہے۔ اشاعت سے لے کر آج ۷۳ سال گزرنے کے بعد بھی اس کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی ۔ جس دور میں یہ کتاب چھپی وہ فیضؔ کے شباب کا زمانہ تھا۔ عشق و عاشقی کے موضوعات اور محبوب سے ملنے کی تڑپ، اس دور کی افراتفری میں غریب عوام کی بد حالی ، استحصال اور ظلم و جبر کے موضوعات ''نقشِ فریادی'' کے کلام کا حصہ ہے۔ اس دور میں فیضؔ رومانوی شعراء سے متاثر رہے اور یہی رنگ ان کے کلام میں بھی موجود ہے ۔

حوالہ جات

۱۔ ن۔م۔راشد، مقدمہ ''نقشِ فریادی'' ،مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، ۲۰۱۰ء،ص ۲۱۹

۲۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی، نقشِ فریادی مشمولہ فیض احمد فیض درد اور درمان کا شاعر ، پیس پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۶۷

۳۔ فیض احمد فیضؔ، ''نقشِ فریادی'' ، ص ۷

۴۔ فیض احمد فیض، "رقیب سے" مشمولہ''نقشِ فریادی'' ، ص ۶۲

۵۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی ، فیض احمد فیضؔ درد اور درمان کا شاعر،پیس پبلی کیشنز لاہور،۲۰۱۱ء،ص۶۸

۶۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف فیض احمد فیض رومان اور شاعر،پاکستان رائٹر کو آپریٹر سوسائٹی لاہور،۲۰۱۰ء،ص ۵

۷۔ فیضؔ، ''انجام'' ، مشمولہ''نقشِ فریادی'' ، ص۱۳

۸۔ فیضؔ، نظم ''انتہائے کار''، مشمولہ ''نقشِ فریادی'' ، ص۱۱

۹۔ فیضؔ، نظم ''حسینۂ خیال''، مشمولہ ''نقشِ فریادی'' ، ص ۱۹

۱۰۔ فیضؔ،''ایک رہگزر پر''،مشمولہ ''نقشِ فریادی'' ،ص ۳۵

۱۱۔ سائرہ غلام: فیضؔ کا عکس ، غزل کے آئینے میں، مشمولہ فکرِ فیض ،معیاری اُردو زبان اور درست املا کا محرک ۲۰۱۲ء،ص۲۱۹

۱۲۔ فیضؔ،''نقشِ فریادی'' ،ص۱۱

۱۳۔ فیضؔ،''نقشِ فریادی'' ،ص ۱۲

۱۴۔ فیضؔ،''نقشِ فریادی'' ،ص۱۹

۱۵۔ فیضؔ،‘‘نقشِ فریادی’’ ،ص۴۴
۱۶۔ فیضؔ ،‘‘نقشِ فریادی’’ ،ص ۴